

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اشارات

ترجمان القرآن کی کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے خدا اور بندے کے تعلق پر بحث کرتے ہوئے بتایا تھا کہ ایک مومن و مسلم کی بنیادی صفت مالک الملک کے حضور میں تسلیم و رضا ہے۔ ایک انسان جب اللہ پر ایمان لاتا ہے تو درحقیقت وہ اپنی زندگی اور بیچارگی کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ اس بات کا عہد کرتا ہے کہ اب وہ اپنی زندگی کی ساری خواہشات کو مرضیات الہی کے تابع کر دیگا اور اسی مقصد کے لیے عمر بھر محنت آزار ہے گا۔ یہی چیز اس کی زندگی کی غایت اولیٰ ہوگی۔ اگرچہ ہم اسی سلسلہ بحث کی دوسری کڑی یعنی مسلمان اور اس کے ہادی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق پر گفتگو کریں گے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب و احترام نہ کرے، اُن کے سچے پیغمبر ہونے پر یقین نہ رکھے اور اُن سے تعلق خاطر کو ایمان کا ایک نہایت ضروری جزو نہ سمجھے۔ جو کوئی بھی اللہ کے فرستادوں سے کوئی کد رکھتا ہے، اُن کے خلاف اپنے سینے میں کوئی معمولی سے معمولی بغض و عناد پاتا ہے، جو اُن کی شانِ آدمی میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہنے کی جہالت کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے یکسر خارج ہے۔ لیکن ان حقائق کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ نفجواٹے "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ" اور تبعا ضائے ختم نبوت ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ بعض خصوصیات کے حامل ہونے کے لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک منفرد اور امتیازی شان رکھتے ہیں جنہو سبدا لانبیاء کی بعثت سے پہلے جننے پیغمبر گزرے ہیں اُن کی سیرتوں کا مقصد کسی ایک قوم کو خاص مدت تک رہنمائی دینا تھا۔ ایک زمانہ کے بعد تبدل و زنج اُن کے نقوش مدح ہوتے گئے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ

دنیا سے بالکل ناپید ہو گئے اور ان کی حقیقت افسانوں میں گم ہو کر رہ گئی۔

ان اولوالعزم انبیاء کی زندگیوں کے برعکس حضور ختم الرسل کی حیات طیبہ کا معمولی سے معمولی واقعہ آج بھی تاریخ کی پیشانی پر اسی طرح درخشندہ اور تابندہ ہے جس طرح کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے تھا اور انسانیت کے قافلے اب بھی جب کبھی حضور کے نقش حیات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان کی تازگی دیکھ کر فوراً پکار اٹھتے ہیں

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

اس حادث آباد عالم کا تغیر و تبدل جس طرح اپنے سارے انقلابات کے باوجود خدا کی خدائی کو کسی طرح متاثر نہیں کر سکتا۔ وہ آج بھی اسی طرح قائم و دائم ہے جس طرح لاکھوں کر ڈیڑھ سال پہلے تھی بالکل اسی طرح حضور کی رسالت پر بھی گردش لیل و نہار کسی جہت سے اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ حضور کی نبوت بھی زندہ جاوید ہے اور قیامت تک اسی طرح رہے گی۔ حضور کی بعثت کے بعد نجات کی اب صرف ایک ہی صورت ممکن ہے کہ انسان اپنے دلوں کو مشکوٰۃ نبوت سے منور کریں۔ آنحضرت کے بعد اگر کوئی شخص ان کی نبوت کے علاوہ کسی دوسری نبوت کا قائل ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں شمع ایمان فروزاں نہیں بلکہ دجل و فریب کی وہ چنگاری روشن ہے جو شیطان انسانوں کے خرمین ایمان کو خاکستر کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً جلاتا رہتا ہے۔ انسانیت کی فوز و فلاح اب صرف سرور کائنات کی غلامی میں ہے۔ یہی ایک طوق ہے جس کو پہن کر وہ دنیا اور آخرت میں سرفراز ہو سکتا ہے۔ یہی اس کی سب سے قیمتی متاع ہے اور اسی پر ایک بندہ مومن بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآن پاک نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے:

جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لانا ہے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وہی فلاح

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَ
مَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ
أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ ۚ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (بقرہ۔ رکوع ۱)

پائے والے ہیں۔

اے محمد! کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس
خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک
ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا
ہے اور وہی موت دیتا ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس
کے بھیجے ہوئے نبی اُمتی پر جو اللہ اور اُس کے ارشادات
کو مانتا ہے اور پیروی اختیار کرو اس کی، امیر ہے کرم
راہ راست پا لو گے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ مَن نَّاهِنُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ إِلَهَ الْاٰلِهِي الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔

یہ دو آیات اس امر کی پورے طور پر صراحت کر رہی ہیں کہ فلاح اور ہدایت صرف انہی لوگوں کے لیے ہے
جو خدا اور اُس کی کتابوں پر ایمان لانے کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائیں۔ اُن پر ایمان لائے بغیر
نہ کوئی راہ راست پر ہو سکتا ہے اور نہ ہی فلاح پا سکتا ہے۔

اس ضمن میں پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے معنی صرف یہ نہیں کہ حضور
کے رسول ہونے کا محض زبان سے اقرار کر لیا جائے حضور کی رسالت پر ایمان کے بہت سے مضمرات ہیں
اس ایمان کی اصل روح یہ ہے کہ ہمیں حضور کی ذات پر سچا اور یکجا اعتماد ہو۔ ہمیں اس بات کا کامل یقین ہو کہ
آپ صادق اور امین ہیں، آپ کے ہر قول اور ہر فعل کے اندر گہری حکمت اور دانائی ہے خواہ وہ حکمت
اور دانائی ہماری سمجھ میں آ رہی ہو یا نہ آ رہی ہو، آپ نے جو راہ انسانیت کو دکھائی ہے صرف اُسی پر چل کر
انسانیت کا میاب و کامران ہو سکتی ہے، آپ نے نوع بشری کو زندگی کے جو اصول دیئے ہیں وہ دائمی
اور ابدی ہیں اور سخت نامراد ہے وہ انسان جو ان سے صرف نظر کر کے چلتا ہے۔ جیت تک آدمی کے اندر
حضور کی ذات کے بارے میں اس قسم کا غیر متزلزل اعتماد نہ پیدا ہو، محدود یہ کہہ دینے سے کہ آپ اللہ کے
رسول ہیں آدمی ایمان کی حقیقی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ اسی حقیقت کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں

اظہار کیا گیا ہے :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُخَرِّجُواكَ
فِي مَآثِجِهِمْ ثُمَّ لَا يُخَدُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا -

پس نہیں تمہارے رب کی قسم (اے محمد) وہ مومن
نہیں ہیں جب تک کہ ان تمام جھگڑوں میں جو ان کے
درمیان واقع ہوں وہ تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر تمہارے
فیصلے سے اپنے دلوں کے اندر کوئی تنگی محسوس نہ کریں
بلکہ (تمہارے فیصلے کو) سرسری تسلیم کر لیں۔

اور مسلمانوں کا قول جب اللہ اور اس کے رسول کی
طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ ان کے درمیان فیصلہ
کیا جائے یہ ہے کہ (خوشی خوشی) کہتے ہیں کہ ہم نے
سنا اور ہم نے اطاعت کی، وہی لوگ فلاح پانے
والے ہیں

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقْبَلُوا
سَمْعًا وَأَطَعُوا وَإِنَّكَ هُمُ الْمُغْلَبُونَ

اسی چیز کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے :

ذَاق طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ وَرَبِّهِ
وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِالْحَمْدِ رَسُولًا

ایمان کا مزہ اس نے چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر
اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے
اپنا رسول ہونے پر مطمئن ہو گیا۔

اسی سلسلہ میں حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کبھی کبھی ہم یہودی سے ایسی باتیں سنتے ہیں جو بڑی دلپند معلوم ہوتی ہیں۔ کیا
آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے کچھ اخذ کر لیا کریں۔ یہ سن کر حضور کے چہرے کا رنگ کچھ متعیر
ہو گیا۔ فراج شناس رسول نے فوراً حضور کی ناراضگی کو پایا اور پکارا اٹھے۔

رضیت باللہ ربنا وبالإسلام دیناً
وبحمد نبیاً
میں اللہ کے اپنا رب ہونے پر اسلام کے
اپنا دین ہونے پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنا

نبی ہونے پر پوری طرح مطمئن ہوں۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ حضور پر اعتماد و یقین کی نوعیت وہ نہیں جو عام طوطی پران الفاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا اعتماد ہے جس میں نہ کبھی ترنمل پیدا ہو سکتا ہے، نہ کبھی شک اور نفاق جنم لے سکتے ہیں اور نہ کبھی تردد و اعتدال و تردید و ہاں اپنی راہ پانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور پر جس طرح مکمل یقین اور اعتماد تھا اس کی تفصیل تو بڑی لمبی ہے ہم یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں ایک دفعہ کفار قریش حضور کے سب سے بڑے فدائی حضرت ابوبکرؓ کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے ”کیا اب بھی تم اپنے دوست کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ تمہارا دوست اب یہ کہنے لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو رات کی تاریکیوں میں بیت المقدس لے گیا تھا۔ یہ بات جب حضرت ابوبکرؓ نے سنی تو فرمایا: اگر انہوں نے یہ بات فرمائی ہے تو اس کے سچ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ فتنہ جو لوگ حیران تھے کہ جو چیز ان کی نگاہ میں ماورائے تصدیق ہے وہ ابوبکرؓ کے لیے ادنیٰ موجب شک و شبہ بھی ثابت نہیں ہوئی وہ حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے ”کیا یہ بات تمہاری عقل صحیح تسلیم کرتی ہے کہ وہ رات ہی رات بیت المقدس گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس آگیا۔“

حضرت صدیقؓ نے بڑے وثوق سے فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات فرمائیں اور کہیں کہ میں نے آسمانوں کو صبح و شام میں طے کر لیا تو جب بھی میں آپ کو صادق ہی مانوں گا اور میرے لیے کوئی اچھے کی بات نہ ہوگی۔ اس کے بعد وہ حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ان لوگوں سے بیان فرمایا کہ آج رات آپ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔ فرمایا ہاں۔ عرض کی اے اللہ کے نبی اس کے اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے کیونکہ میں وہاں جا چکا ہوں۔

حضور سرور کائناتؐ نے ارشاد فرمایا:

فَرُفِعَ لِي حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ ”وہ میرے سامنے اس طرح پیش کر دیا گیا کہ میں اُسے دیکھنے لگا۔“

حضور جو کچھ اپنی زبان مبارک سے کہتے حضرت ابو بکر صدیق صمیم قلب سے اس کو سنتے چلے جاتے اور کہتے جاتے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یہاں تک کہ جب بیان ختم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا:

”اَنْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقُ“ اے ابو بکر تم صدیق ہو۔

رسالت پر اعتماد کی یہ وہ روشن مثال ہے جو ہر مسلمان کو اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے۔

اس اعتماد کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسالت کا ایک اور ضروری جزو حضور سرور کائنات سے ایک مسلمان کی بے پناہ محبت بھی ہے۔ ایک مومن حبت تک اپنے ایمان میں محبت کا رنگ نہیں بھرتا، اس وقت تک اُس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پھر محبت بھی محض ظاہری اور رسمی مطلوب نہیں ہے بلکہ ایسی محبت مطلوب ہے جو تمام محبتوں پر غالب ہو، جس کے مقابلے میں دنیا کے سارے تعلقات، دنیا کے سارے رشتے، اور علاقے بالکل بیچ ہوں۔ مسلمان اگر جیسے تو اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں جیسے اور اگر مرے تو صرف انہی کی محبت کو سینے میں لیے ہوئے اپنے اللہ کے حضور میں پیش ہو۔ قرآن مجید میں اس محبت کا معیار بتایا گیا ہے۔

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے خاندان اور مال جو تم کو کمایا ہے اور تجارت جس کے گرجے کا تمہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ ساری چیزیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کرے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَ
اِخْوَانُكُمْ وَامْرَاؤُكُمْ وَاعِشِيرَتُكُمْ وَ
اَمْوَالٌ رَافَتْكُمْ وَهَؤُلَاءِ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا احَبَّ اِلَيْكُمْ
مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَرِجَالِهَا فِى سَبِيْلِهِ
فَتَرْجَحُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ ؕ -

(توبہ)

اسی حقیقت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے واضح فرمایا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا يؤمن أحدكم حتى يكون أحب إليه
من والده وولده والناس أجمعين
(مشکوٰۃ - باب ایمان)

لا يؤمن أحدكم حتى يكون أحب
إليه من أهله وماله -

عن عبد الله بن هشام قال كنا مع
النبي صلى الله عليه وسلم وهو اخذ بيد
عمر بن الخطاب فقال له عمر يا رسول الله
لانت يا رسول الله أحب الي من كل
شيء الا من نفسي فقال لا والذى نفسي
بيده حتى اكون اليك من نفسي فقال
عمر فانك الان والله أحب الي من نفسي
فقال الان يا عمر (رواه البخاري في الايمان والنذور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی
شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک
اس کے باپ، اس کے بیٹے اور دوسرے تمام لوگوں
سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کے
اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ تھے آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لیے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے
زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس
کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم کو میں اپنی
جان سے بھی زیادہ نہ ہوں تو تم مومن نہیں ہو سکتے۔
عرض کیا اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ
عزیز ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تو اب پکے مومن بھی ہو گئے۔

آپ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر ایک نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ رسول کی
محبت میں بیکر قاف ہو چکے تھے۔ یہاں اس بات کی گنجائش نہیں کہ ہم اس موضوع پر کوئی تفصیلی بحث
کر سکیں۔ اس لیے ہم صرف چند واقعات بیان کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان سے آپ کو صحابہ کی فرشتگی
کا ایک ہلکا سا اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت جابرؓ کے والد جب غزوہ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے تو بیٹے سے کہا کہ میں

ضرورت یہید ہو گا احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مجھ کو زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے، تم میرے عرض ادا کرنا، امداد اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک کرنا۔

حضرت امید بن حنیف ایک شگفتہ خراج صحابی تھے، ایک روز غنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے کہ آپ نے ان کے پہلو میں ایک پھری سے کوچ دیا۔ انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا، آپ اس پر دہنی ہو گئے، لیکن انہوں نے کہا کہ آپ کے بدن پر قمیص ہے حالانکہ میں برہنہ تھا۔ آپ نے قمیص بھی اٹھا دی قمیص کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے پہلو چمے اور کہا یا رسول اللہ یہی مقصود تھا۔

حضرت عمو مافقر وفاتہ کی زندگی بسر کرتے تھے صحابہ کرام کے سامنے آپ کی زندگی کا جب یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہو جاتے، ایک بار حضرت عمرؓ کا شانہ نبوت میں تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی بستر نہیں، جسم مبارک پر تھیندے سوا کچھ نہیں، پہلو میں بدھیاں لپکتی ہیں۔ خوش خانہ میں صرف مٹھی بھر جو موجود تھے، آنکھوں سے بلبانتہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں رونے ہو۔ عرض کی کہ کیوں نہ روؤں، آپ کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمہیں پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے دنیا ہو؟

آپ کے وصال کے بعد صحابہ کو جب کبھی آپ کی یہ حالت یاد آتی ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلتے۔ ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنے دوستوں کو گزشت روٹی کھلایا تو روٹی پرے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہو گیا اور آپ نے پیٹ بھر کر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا اس کے بعد اس قدر دہشتہ کہ زمین کی گنگریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر نے پوچھا: جمعرات کا دن کیا؟ بولے، اسی دن آپ کے مرض الموت میں اشتداد ہوا تھا۔

لے یہ سب واقعات اسوۂ صحابہ (از عبدالسلام ندوی) سے لیے گئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سلسلہ میں پھر ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ صرف ہمارے جذبات احساسات تک ہی محدود نہ ہو بلکہ اسے ہماری زندگی کے سارے پہلوؤں پر محیط ہونا چاہیے۔ ہماری حیات کا کوئی گوشہ، ہمارے قلب و دماغ کا کوئی ریشہ اس کی فرمانروائی سے آزاد نہ ہو۔ اس محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہمارے افکار و نظریات، ہمارے اعمال و افعال، ہماری سیرت و کردار سب میں صرف اس کے اثرات نمایاں ہوں بلکہ ان سب پر حضور کی محبت کی گہری چھاپ ہو۔ وہ سب تعلیمات رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں۔ اسلام میں وہ محبت بالکل بے معنی ہے جس کے پیچھے کامل اطاعت، اور مکمل اتباع کا جذبہ کارفرمانہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو رائیگاں
نہ کرو۔ (محمد - ۳۳)

وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (شررکوع ۱)
قَدْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ
اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ - رآل عمران - ۴۰
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ
کہہ دو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ
تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دیگا
تم لوگوں کے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے
اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہے رسول اللہ کی بات
میں ایک اچھا نمونہ ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کو اپنی زبان فیض ترجمان میں یوں بیان فرمایا ہے:-
مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ
أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ - (ترمذی)
جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے
محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں
میرے ساتھ ہوگا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل امنی ید خلوت الجنة الامن ابی، قیل ومن ید ابی یارسول اللہ، قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے مگر وہ جنت سے محروم رہیں گے جنہوں نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ انکار کون کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرمایا گیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی ان قدرت ان تصبح وتمسی ولیس فی قلبک غش لا احد فافعل ثم قال یا نبی وذاک من سنتی من احب سنتی فقد احببتنی ومن احببتنی کان معی فی الجنة (رواہ الترمذی)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے فرمایا گیا: حضورؐ نے فرمایا اے فرزند اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ صبح و شام کسی وقت بھی تمہارے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہ رہے تو کر گزرو۔ کیونکہ صاف سینہ رہنا یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ کو پسند کرتا ہے وہ ضرور میری محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صحابہ کرام اتباع سنت کے اس قدر شدت سے پابند تھے کہ اس کی نظیر انسانوں کے کسی دوسرے گروہ میں نہیں ملتی حضورؐ جو عمل کرتے یا جو کچھ ارشاد فرماتے صحابہ ہمیشہ اُس کی پیروی کرتے۔ سیرت کی کتابوں میں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے: ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد اور عورت مل جل کر چل رہے ہیں، عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ”پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں“ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ حضرت محمد بن اسلمؓ نہایت کبیر السن صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر

انارنے کے بعد یاد آتا کہ انہوں نے مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم میں نے مسجد رسول اللہ میں نماز نہیں پڑھی حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو بیت مکہ اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ لے گھر کو واپس نہ جائے۔ یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کے واپس آتے۔ حضرت خذیفہ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انہوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا یہ باز نہیں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت فرمائی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف احکام رسول کی اتنی سختی سے اطاعت کرتے بلکہ سنن عادیہ و اتفاقیہ کا اتباع بھی بڑے ہی اہتمام سے کیا جاتا۔ حضرت ابو الدرداء جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے۔ ام الدرداء نے کہا ”اس عادت کو ترک کر دیجیے ورنہ لوگ آپ کو احق بنائیں گے“۔ بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے، مسکرا دیتے تھے۔

ایک صحابی آپ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپ کی قمیص کا ٹکڑا کھلا ہوا ہے۔ آپ کی تقلید میں انہوں نے بھی عمر بھر قمیص کا ٹکڑا کھلا رکھا اور اس میں سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی۔

ان سب واقعات کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ محبت حبیب دل میں جاگزیں ہوتی ہے تو عملی زندگی پر اس کے اثرات لازماً مرتب ہوتے ہیں۔ وہ محبت جس کی تائید عمل سے نہ ہوتی ہو وہ کوئی زیادہ قابل اعتماد محبت نہیں۔ اگر محبت کا جذبہ اپنی حرارت سے محبت کرنے والوں کے افکار و اعمال کو ڈھال کر انہیں محبوب کے فکر و عمل کے مطابق بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی خامی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

ومن تأمل معانی السیر والاختیار	جو شخص کتب سیرت کا مطالعہ کرے گا اور ان میں
الثابتہ من شہادۃ کثیر من اہل	بہت سے اہل کتاب اور مشرکین کی تصدیق کے
الکتاب والمشرکین لاہ صلی اللہ علیہ وسلم	واقعات پڑھے گا تو اس پر یہ بخوبی روشن ہو جائیگا

لہ اسوۃ صحابہ از عبد السلام تدوی

بالرسالة وانه صادق فليمتدخلم
 هذه الشهادة في الاسلام علم ان الاسلام
 امر وادالك وانه ليس هو المعرفة فقط
 ولا المعرفة والاقوال فقط بل المعرفة و
 الاقرار بالانقياد والتزام طاعة ودينه
 ظاهر او باطنا -

کہ اسلام صرف آپ کی رسالت کی تصدیق کا نام نہیں
 نہ وہ صرف معرفت ہے نہ صرف معرفت و اقرار کا نام
 ہے بلکہ حیت تک ان کے علاوہ آپ کی ظاہری اور
 باطنی فرمانبرداری اور آپ کی پوری پوری اطاعت کا عہد
 بھی نہ کرے اس وقت تک کو شخص مسلمان نہیں ہو سکتا -

حضرت شاہ ولی اللہ مسلمانوں کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب سنت نبویؐ کے ترک کو قرار دیتے ہیں وہ
 اپنی شہرہ آفاق تصنیف حجتہ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تحریف کے سب راستوں سے متنبہ فرمایا اور اس بارے میں
 امت سے عہد و پیمان لیا۔ امت میں کابلی اور سستی کا سب سے بڑا سبب سنت سے صرف نظر ہے
 اور اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: مجھ سے پہلے خداوند تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا
 جسے اپنی امت میں سے ایسے حواری اور اصحاب نہ ملے ہوں جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور
 اس کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ پھر ان کے بعد نا اہل لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں
 کرتے نہیں اور جن باتوں کا حکم انہیں نہیں ہوتا وہ کرتے ہیں، پس جو ان سے ہاتھ کے ساتھ جھاڑ دے
 وہ مومن ہے جو ان سے زبان سے جھاڑ دے وہ مومن ہے، اور جو ان سے دل سے جھاڑ دے وہ
 بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا میں تم سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں گا کہ اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہو اور اس کے
 پاس میرا کوئی حکم آئے جو میں نے دیا ہو یا جس سے منع کیا ہو۔ تو وہ کہنے لگے میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ ہم نے
 کتاب اللہ میں پایا اس کا ہم نے اتباع کیا۔“ (میلور کھو نہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت پر عمل کرنے کی بڑی
 تاکید فرمائی ہے۔“

پچھلے صفحات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے تعلق کی نوعیت کے سلسلہ میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے مطالعہ سے یہ بات باسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضور کے ساتھ ہمارا رشتہ کس قدر گہرا اور پائیدار ہے اور یہ دوسرے ملکے رشتوں پر کس قدر حاوی ہے سخت نادان ہیں وہ لوگ جو حضور کے ساتھ ہمارے تعلق کو صرف کاغذ اور مکتوب الیہ کے تعلق سے تعبیر کرتے ہیں یا حضور کو کسی معتد ہر کام سے یا دیا تدار چھٹی رساں کی حیثیت دیتے ہیں۔ حضور کا کام صرف ابلاغ حق ہی نہیں تھا بلکہ اس کا لفظ اور قیام بھی تھا۔ حضور کی ذات مقدس اس دین کی عملی تشریح ہے حضور ایک قاصد سے کہیں زیادہ بڑھ کر ایک معلم، ایک مرشد، ایک مبتن، ایک مشنر ایک مُنذر اور ایک سراج منیر ہیں۔ کلام الہی جس پیکر محسوس میں اپنی مکمل ترین صورت میں جلوہ گر ہوا ہے وہ حضور سرورِ دو عالم کی ذات گرامی ہی ہے۔

پھر حضور کی یہ مختلف حیثیتیں عرف آپ کے زمانے تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ قیامت تک اسی طرح رہی گی جب تک کہ بزمین و آسمان قائم ہیں اس وقت تک انسانیت کی سعادت انہی کی بلا چون و چرا اطاعت سے وابستہ ہے جس چیز کو آپ نے حق کہہ دیا وہ وقت کے ہزار اختلاف کے باوجود ہمیشہ حق ہی رہے گی اور جسے آپ نے باطل قرار دیا اُسے گروہش آیام کھی بھی حق میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ ایک مسلمان اپنے مسائل کو دورِ آفاق کے بدلتے ہوئے سماں معیاروں سے حل نہیں کرتا بلکہ اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کو صرف حضور کے اشارہ ابرہ سے طے کرنے کی کوشش کرتا ہے حضور کی نبوت کوئی ایسی نہیں جس کی راہ میں زمانہ کی دیواریں حائل ہوں یا حضور کی رسالت ابدی اور آفاقی ہے اور زمان و مکان کی حد بندیوں بالکل ماوراء جنابِ رسالت آج بھی ایک مسلمان کے لیے ہادی اور مطاع ہیں جس طرح اپنی زندگی میں نھے۔ ایک انسان خواہ کسی دور اور کسی ملک کا رہنے والا ہو اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ حضور کی چاکری اختیار نہ کرے اور پھر اس پر کسی قسم کا انقباض اور تنگی محسوس کرنے کی بجائے اسے اپنے لیے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ موجبِ افتخار و اعزاز نہ سمجھے۔

حضور کی محبت ہی ایک مسلمان کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ایسا سرمایہ جس کو حاصل کر لینے کے بعد وہ ایمان ایسی عظیم نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ حدیث میں اسی امر کی وضاحت میں کہا گیا ہے :-

و باقی ص ۶۴ پر